ڈاکٹر روبینہ ترین

ثاقبہ رحیم الدین کا افسانوی مجموعہ 'محبت' ـــ جائزہ

اردو ادب میں ایک عرصے تک عورت یا پوری عورت تو کیا خود مصنفہ کی اپنے نام سے نمائندگی تک معیوب خیال کی جاتی ہے۔ بیسویں صدی کے اوائل تک ہندوستانی سماج میں شعر و ادب پر صرف مردوں کی اجارہ داری تھی، خواتین کے لئے اس کوچے میں قدم رکھنا مذہبی اور معاشرتی رسوائی کا باعث تھا، چنانچہ ز۔ خ۔ ش، مسز عبدالقادر، والدہ افضل علی، مسز مولوی سراج الدین، ا۔ض۔ حسن بیگم اور بنت الباقر جیسے ناموں کے ساتھ خواتین کو لکھنے کی اجازت تھی۔ اسی طرح ایک عرصے تک خاتون مصنفین کے بارے میں ناقدین میں یہ بدگمانی رہی اصل مصنف کوئی اور ہے، لیکن اس کے باوجود کسی مصنفہ نے اپنی تخلیقی قوت کو منوانا شروع کیا تو پھر دبے دبے انداز میں یہ بات کہی گئی کہ۔۔ کا مشاہدہ محدود ہے، ان کے ہاں رقت اور جذباتیت زیادہ ہے اور زندگی کی پیچیدہ گتھیوں کا ادراک ان کے لئے ممکن نہیں ہے۔ مگر آج اردو کے افسانوی ادب میں رشید جہاں، عصمت چغتائی، خدیجہ مستور، خالدہ حسین، جیلانی بانو اور قرۃ العین حیدر کی فکری و فنی عظمت سے کون انکار کرسکتا ہے؟

ثاقبہ رحیم الدین کا خاندانی پس منظر بہت عرصہ تک ان کا بنیادی تعارف رہا ہے مگر اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو ادب کی دنیا میں ثاقبہ اپنی تخلیقی جوت اور فکری کاوش سے اپنا نام خود پیدا کرچکی ہیں۔ بچوں کے ادب کے حوالے سے وہ اردو میں خالصتاً بچوں کے لئے لکھنے

والے گنتی کے چند تخلیق کاروں میں شمار ہوسکتی ہیں۔ انشائے لطیف اور انشائیے کے میدان میں وہ اپنی تربیت یافتہ حسِ مزاح اور ذوق لطافت کو منوا چکی ہیں اور اب افسانے کے میدان میں وہ اس طرح سے سامنے آئی ہیں کہ یوں احساس ہوتا ہے کہ اردو افسانہ ایک نئے اسلوب سے آشنا ہو رہا ہے۔

ان کے تازہ افسانوی مجموعے ''محبت'' کے ٹائٹل پر سمندر، وقت، نیند، ابد اور آسمان کی طرح ایک نیلا رنگ غالب ہے، جس پر کوئی گل بوٹا نہیں ہے صرف ایک نورانی لفظ کنول کی طرح موجود ہے ''محبت''۔ جس کی معنویت اور گہرائی کا اندازہ کسی مرد مصنف کو بھی تب ہوتا ہے، جب وہ کسی خاتون کے ذریعے اس کو محسوس کرتا ہے۔ (ماں، بہن، بیٹی، محبوب)

یہ محض اتفاق نہیں کہ ان کی تخلیقات کے مجموعے ''محفلِ تنہائی'' کا ٹائٹل بھی نیلے اور سفید رنگ کا امتزاج لئے ہوئے ہے یہ اور بات ہے کہ اس میں واضح طور پر سمندر موجود ہے۔ گویا مصنفہ کے روبرو زندگی کا، خیالات کا اور تخلیقی وفور کا ختم نہ ہونے والا ایک سمندر ہے جس میں سارے خاندانی اور طبقاتی پس منظر کے باوجود تخلیق کار کی تنہائی ہے۔

اُن کے موجودہ افسانوں میں فطرت انسانی کا بہت گہرا شعور نہ بھی ہو تب بھی احساس ہوتا ہے کہ وہ روحوں کے اندر جھانکنا جانتی ہیں اور ایک حقیقی عورت کی طرح درد کی نظر نہ آنے والی کرچیاں بھی سمیٹنے کی تڑپ رکھتی ہیں مگر شاید میرے یہ جملے ثاقبہ رحیم الدین کے اسلوب کے بنیادی جوہر کا احاطہ نہیں کر سکتے جب تک میں یہ نہ کہوں کہ ایک خاص طرح کی وضع داری اس کے تخلیقی خمیر میں ہے۔ تنہائی کا احساس اُسے یا اُس کے کرداروں کو عدم توازن سے دوچار نہیں کرتا اور ایک خاص طرح کا متصوفانہ تجربہ بے وفائی کی زد میں آنے والے اُن کے نسوانی کرداروں کے خوف، اندیشے اور خلا میں دلاسہ بن کر نمودار ہوتا ہے یہ وہ خوبی ہے جو شاید ثاقبہ رحیم الدین کو دوسرے لکھنے والوں سے جدا کرتی ہے اور ہم پر اس کی کتاب ''محبت'' کے انتساب کی معنویت بھی منکشف ہوتی ہے وہ لکھتی ہیں۔

''اپنے پیارے دوست کے نام جو سچا ہے۔ حسین ہے محبت والا ہے

ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔''

ثاقبہ رحیم الدین کی کہانیاں بظاہر لگتا ہے کہ ایک ہی موضوع یعنی ''محبت'' پہ ہیں اور ایک جیسی ہیں لیکن جس طرح انھوں نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اسی طرح ان کہانیوں میں زندگی کی مختلف جہتیں دکھائی دیتی ہیں۔ ثاقبہ نے سب سے زیادہ بچوں کے لئے کہانیاں لکھیں، ''صبح کا تارا'' سے ''نیند آئی'' تک نو کہانیوں کی کتابوں کے علاوہ میں پاکستانی ہوں، جلد اول اور جلد دوم شائع ہو چکی ہیں۔ محفل تنہائی، تہذیب کے زخم ادبی تحریروں کا مجموعہ ہیں جن میں انشائے لطیف، شخصی مضامین کے علاوہ افسانے بھی شامل ہیں۔ قلم قبیلہ کے نام سے دو جلدوں میں ادبی تحریروں کا انتخاب بھی کیا۔

ثاقبہ رحیم الدین اپنی تخلیقات کے ہر رنگ میں ڈوبی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، بچوں کی کہانیاں لکھیں تو ممتا کا رنگ گہرا دکھائی دیتا ہے افسانے لکھے تو ان میں ہماری تہذیب و معاشرت اور ان کی اقدار کا گہرا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ افسانہ لکھتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ''محبت'' کا سمندر اُن کے اندر موجزن ہے۔ افسانوی مجموعے ''محبت'' کے ''پیش لفظ'' میں لکھتی ہیں کہ

> ''ہم لاکھ سوچیں، لاکھ جتن کریں، گلوں کی بات چلے یا آبلوں کی، جا پڑتی ہے محبت کی وادیوں میں محبت کے سوا زندگی میں نہ کوئی رستہ، نہ کوئی رہبر نہ منزل نہ سنگی نہ ساتھی۔ ہم کیا بتلائیں کہ محبت کیا ہے کیوں ہوتی ہے اور ازل سے ابد تک کیسے کیسے حالوں میں جیتی رہتی ہے۔ شاید ادبی دنیا اکثر عقل وجنوں کے مرتبوں کو جاننے میں کھوتی رہی ہے مگر محبت ان مرتبوں سے ماورا ہے'' (محبت ص ۱۱)

'محبت' میں گیارہ افسانے شامل ہیں جو بیشتر خواتین کے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہر افسانے کا مرکزی کردار کوئی نسوانی کردار ہے جس کے حوالے سے دیگر کردار سامنے آتے ہیں گویا مصنفہ نے گہرے کرداروں کے سہارے کہانی کو آگے بڑھایا ہے۔

ہمارے معاشرے میں مختلف طبقوں کی خواتین کو درپیش مسائل موضوع ہے لیکن محبت کے ہاتھوں وہ کس طرح ٹوٹتی بکھرتی رہتی ہیں اور کہیں سمجھوتہ کر لیتی ہیں اور کہیں بغاوت، لیکن اس انداز میں کہ اس زندگی سے دامن چھڑا لیتی ہیں۔ 'پانی کی بوندیں' کی منصورہ کو دیکھیں:

''منصورہ نے کچھ فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے اندر ہی اندر سے آواز سی آ رہی تھی۔ ''دیکھو چاند تم اسی طرح چمکتے رہنا ہمارے صحن میں، ہمارے بچے جو بیٹھے باتیں کر رہے ہیں نانی بوا کے پیڑ پر بیٹھی چڑیوں تم اسی طرح چہچہاتی رہنا ہمارے بچے اور ان کے ننھے منے کھیلتے پھر رہے ہیں نا۔ میرے گھر میں رہا سب کچھ ایسا ہی رہے۔ صدیقی کی ٹھنڈی چھاؤں اور سائے تلے سب بسے رہیں۔ میں یہاں کیا کروں، بیکار ہوں اور اب میری ضرورت کسی کو بھی نہیں۔ بس مونی بس....''

اسی طرح انعم میں سے چند سطریں دیکھئے:

''حسن، جوانی، دوستی، محبت، جنم جنم کیلئے ہم راہی اور ہمسفر بننا، یہ سب کیا ہے، انعم سوچتے سوچتے پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو قائل کر کے یہ سمجھاتی کہ عثمان میرا اور گھر کے خرچ کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے مگر باہر وہ جو زندگی گزار رہا ہے وہ بھی فطری بات ہے۔ مرد ہمیشہ سے محبت کی راہوں پر شہد کی مکھی نہیں، مصری کی مکھی بنے رہنا چاہتا ہے۔ یہ آج کوئی نئی بات تو نہیں ہو رہی ہے'' (انعم ص ۴۳)

''یہ دیوانے لوگ'' کا آغاز دیکھیں:

''کوئی آنکھیں موندے یا کوئی کھولے کوئی مسکائے یا نیر بہائے ہم دیوانے لوگ کیا کریں۔ وقت ہی نہ ملا کہ کوئی ہمیں جی جان سے چاہتا اور ہم کسی کی چاہ کرتے۔ ہم تو بس رستہ چلتے رہے۔ کبھی رستے میں

پون چلی اور گلاب کھلے تو ہم یہی بول اٹھے کہ تم نے کھلنے میں بڑی دیر کری۔ اب چاہے مہکو یا مٹھرا جاؤ، ہمیں کیا۔ کچھ سے تھم جاتے ہیں اور کچھ دریا بھی ٹھہر جاتے ہیں مگر یہ اچھا تھوڑی ہوتا ہے۔ خاموشی اور زیادہ بے کلی سے کلیجہ اندر ہی اندر شق ہو جاتا ہے۔ پیار کے لمحے کم بھی ملے ہوں، تب بھی یاد آئیں تو سینے میں سوئیاں چبھتی ہیں۔'' (یہ دیوانے لوگ۔ص ۵۱)

اسی طرح کی بہت سی مثالیں ثاقبہ رحیم الدین کے افسانوں میں دکھائی دیتی ہیں جن کے بارے میں پروفیسر فتح محمد ملک لکھتے ہیں کہ:

''یہ کہانیاں محبت کی کہانیاں کم ہیں اور فریبِ محبت کی کہانیاں زیادہ ہیں۔ مصنفہ نے بڑی دل سوزی اور انتہائی دردمندی کے ساتھ خوشحال طبقے کی بے محبت ازدواجی زندگی کی غربت کو اجاگر کیا ہے۔ ان کہانیوں میں ایک ایسا معاشرہ سانس لے رہا ہے جس کے اونچے طبقے کے افراد محبت کے چلن سے ناآشنا ہیں۔ ان گھروں میں 'سب کچھ ہے اور کچھ بھی نہیں' اس 'کچھ بھی نہیں' نے جو کچھ ہے اس میں زہر ملا دیا ہے۔ یہ زہر اس معاشرہ کی نس نس میں سرایت کر چکا ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین اس زہر کا تریاق ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔ یہ تریاق، یہ نسخہ شفا انہیں افسانہ ''یہ دیوانے لوگ'' کی خدیجہ اور ''ہائے اللہ'' کی عالیہ کے ہاں نظر آیا ہے۔ خدیجہ، عالیہ اور رابعہ۔۔۔۔۔ یہ وہ زندہ رہنے والے کردار ہیں جو تاریکی میں روشنی کے مینار ہیں۔ روشنی کے یہی مینار ثاقبہ رحیم الدین کی افسانہ نگاری کا حاصل ہیں''

(ثاقبہ رحیم الدین کے افسانے۔ص ۴)

افتخار عارف کی ثاقبہ رحیم الدین کے اس مجموعے کے بارے میں رائے بھی قابلِ غور ہے کہ:

> ''محبت کی یہ گیارہ کہانیاں بے وفائی کے خارزاروں میں لہولہان ہونے کے باوجود دل میں کسی کا ہوکر رہنے اور کسی کے نام کی نسبت سے معتبر ٹھہرنے ہی کو زندگی کی سب سے بڑی سچائی سمجھتی ہیں۔ ابہام اور تجرید سے بوجھل کہانیوں کی کثرت نے تخلیق کاروں کو ہوتی ہوئی کہانی کا احساس دلا دیا ہے۔ یہی وہ احساس ہے جو ثاقبہ رحیم الدین کی پیش نظر کہانیوں میں آپ کی تمام توجہات کی سپردگی کا مطالبہ کرتا ہے۔ شناسائی رفاقت، محبت اور عشق کے سفر میں آخرآخر دل رنج و ملال سے بھر کیوں جاتا ہے۔'' (ایک تاثر۔۔''محبت'' ص۲)

'محبت' کی کہانیاں پڑھتے ہوئے بظاہر لگتا ہے کہ ایک جیسے موضوعات پر ہیں لیکن ایسا نہیں ہے ثاقبہ رحیم الدین نے ''محبت'' کے بھی مختلف روپ دکھائے اس کے کردار بھی رنگا رنگ ہیں اسلوب میں بھی تنوع ہے۔ کہیں انشائے لطیف کا گماں ہوتا ہے تو کہیں ان کا اسلوب شگفتہ دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً خواتین کے حوالے سے ان کی عادات و اطوار کے مطابق الگ الگ اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتی ہیں کہ:

> ''ایک قسم لیڈیز کی وہ ہے جو پڑھی لکھی، ذہین اور سوشل ہے وہ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر عبور رکھتی ہے وہ سنجیدہ موضوعات پر زوروں سے رائے دیتی ہے اور بحث میں ہار نہیں مانتی ہے۔ محفل میں شامل کوئی زیادہ سوپیرئیر اور بے ساختہ ذہن رکھنے والا شخص ان کو خوبصورتی کا Compliment دے دے تو موم کی طرح پگھل کر پانی پانی ہو جاتی ہے۔ وہ ایک ادا سے چپ ہو رہتی ہیں، چاہے Compliment کیسا ہی ہو اور کسی نے بھی دیا ہو۔'' (انعم۔ص ۴۸)

ایک اور جگہ لکھتی ہیں کہ:

> ''آخر ساری رتیں بیت گئیں۔ پیڑ ہرے ہوئے، پھر پتے جھڑے، گرمی آئی، برسات بیتی اور معلوم ہی نہ ہوا کہ کب چاند چمکا اور سورج کہاں کہاں جگمگایا۔ اسے اب تو نہ کچھ اچھا لگتا تھا نہ برا۔ وقت آگے بڑھتا گیا۔ بادل نگرنگر ڈگرڈگر گھوم کر آتا مگر وہ اپنے آپ سے یہی کہتی کہ بادل تو نے ہمارے آنگن پر چھانے میں بڑی دیر کردی'' (محبت۔ص۵۲)

انشائے لطیف کی مثالیں ان کے افسانوں میں کئی مواقع پہ موجود ہیں مثلاً افسانہ ''ساون'' میں لکھتی ہیں کہ:

> ''بڑھاپے اور جوانی میں طویل فاصلہ ہے اور دونوں کی دنیا میں بہت بڑا اور بہت واضح فرق ہے۔ جوانی کے پیچھے بچپنے کی پیاری کلیاں کھلی ہوتی ہیں اور لڑکپنے کے شوخ رنگ ہوتے ہیں۔ جوانی خود جیون کی بہار ہے اور سامنے گلابوں بھرا باغ ہے۔ بڑھاپے کے پیچھے زیادہ نہیں تو کم سہی، یادوں کے کچھ کانٹے اگے ہوتے ہیں۔ کچھ محرومیاں اور کچھ تلخیاں سایہ ڈالے ہوتی ہیں۔ بڑھاپا خود خاموشی اور اداسی کا سنگم ہے۔ ان دونوں کا ملاپ کیسا اور دونوں ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو بڑھاپا اور جوانی کی بیچوں بیچ لٹکا ہوتا ہے۔ نہ اس کل چین نہ اس کل چین۔ جیسے درخت کی ٹہنی بھی نہیں رہتی اور ہوا سے اڑتا ہوا سوکھا پتہ بھی نہیں ہے۔ نہ سویرا نہ شام۔ نہ ٹھنڈی ہوا نہ تپتا سورج۔ ایک گدلی سی گرمیوں کی لمبی دوپہر، سو یہی حال آمنہ کا تھا۔'' (ساون۔ص ۱۱۵)

چھپن چھپائی سے ایک اقتباس ملاحظ فرمائیے:

> ''زندگی کا سمندر ایک مگر اس میں ہزار موجیں اور ہزار رنگ کوئی موج شوخ تو کوئی دھیمی، کوئی بڑھتی ہوئی تو کوئی گری گری سی۔ ایک ہے گھر

میں طرح طرح کی فطرت کے انسان پلتے بڑھتے ہیں۔ حسین نے کبھی کوئی مسئلہ نہ پیدا کیا مگر ذین زندگی کی بدترین راہوں سے اپنے دوستوں کے ساتھ گزر گیا۔ ذین کی اکھڑی اکھڑی سے شخصیت، کچے پکے خیالات اور سامنے پھیلے ہوئے بظاہر رنگین مگر ٹیڑھے راستے تھے۔''

(چھپن چھپائی۔ص ۳۶)

یہ اور اس طرح کی اور بہت سے مثالیں ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ثاقبہ رحیم الدین کا زندگی کے حوالے سے مشاہدہ گہرا ہے انھوں نے مختلف شہروں اور مما لک کی سیر کی ہے وہ اس دنیا میں بہت سے کرداروں سے واقف ہیں انھوں نے زندگی کو سرسری نگاہ سے نہیں بلکہ گہرائی سے دیکھا ہے۔ ہر طبقے کے کرداروں سے واقف ہیں۔ خصوصاً نسوانی کرداروں کو جس انداز میں پیش کیا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر وحید قریشی کی رائے پہ اپنی بات ختم کرتی ہوں کہ:

''ثاقبہ کے افسانوں میں ہر عورت اپنی الگ الگ دنیا رکھتی ہے اور اس لئے ہر عورت کی زندگی میں الگ الگ ردعمل ہے وہ خواتین کے سماجی، معاشی اور ذہنی مسائل سے پوری طرح آ گاہ ہیں اور انھوں نے اپنے کرداروں کے ردِعمل کو بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے، گویا ان افسانوں کا اہم پہلو نسوانی کرداروں کی نفسیات ہے۔'' (ص ۸)۔

☆☆☆